# علومِ حدیث میں تصانیف کا آغاز!

مولانا شایان احمد
متخصص علومِ حدیث، جامعہ

قرآن مجید دینِ اسلام کی اَساس اور بنیاد ہے اور اسی محکم بنیاد پر اسلام کی خوبصورت اور بلند و بالا عمارت مستوی ہے اور یہی وہ کتابِ سماوی ہے جو تمام انسانوں کی ہدایت کے لیے نازل ہوئی، ارشادِ ربانی ہے:

''إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِيْ هِيَ أَقْوَمُ.'' (بنی اسرائیل:۹)

ترجمہ: ''یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے۔''

جن لوگوں نے قرآنی تعلیمات کو مشعلِ راہ بنایا، وہ کبھی تاریک راہوں میں نہ بھٹکے اور قرآن مجید نے انہیں ''إِنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيْرًا'' کا مژدہ سنایا۔ مسلمانوں کی جمعیت نے جب قرآنی احکامات کی پاسداری کی تو اللہ رب العزت نے انہیں ''لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ'' کے نقدِ انعام سے نوازا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت جو اسلام سے پہلے جہالت کی اَتھاہ گہرائیوں میں تھی اور ان پر کوئی حکومت کرنا پسند نہ کرتا تھا، قرآنی ہدایات پر عمل پیرا ہونے کے بعد دنیا میں اللہ کی رضا کا پروانہ حاصل کیا اور ماسوا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تمام انسانوں سے افضل قرار پائے۔ قرآن مجید کی وضاحت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام ہے اور اس کے بغیر منشأ خداوندی کو سمجھنا محال ہے: ''أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ ''..... ''وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ'' گویا تعلیم کتاب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کارِ نبوت کا ایک جزء تھا، تعلیم کتاب بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر قول و فعل وحیِ الٰہی تھا: ''إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى.'' لہٰذا فہمِ قرآن کا مدار فہمِ حدیث پر ہوا اور فہمِ حدیث گویا فہمِ قرآن کے لیے ناگزیر ہے۔ یہی علوم (قرآن و حدیث) علمِ شریعت کی بنیاد کہلائے اور طالبینِ علوم کی نظر ہمیشہ سے انہی علومِ عالیہ پر رہی، قرنِ اول سے ہی لوگوں نے ان دونوں علوم کی خدمت کو سعادت سمجھا اور اس بحرِ ذخار میں غوطہ زن ہو کر گوہرِ نایاب اُمت کے سامنے رکھ دیئے اور اپنی عمرِ عزیز کو اس علم کی جستجو میں فنا کرتے رہے۔

اول تصانیف کا ذکر کیا ہے۔ (شرح نخبۃ الا لابن حجرؒ، ص: ۳۸، ط: مکتبۃ البشریٰ)

ماقبل کے بیان سے معلوم ہوا کہ علومِ حدیث میں تصانیف کا آغاز دوسری صدی ہجری میں ہو چکا تھا اور اس سلسلہ میں علی ابن المدینیؒ کی چند کتب کے اسماء بھی ذکر کر دیئے گئے، جبکہ ابو محمد الرامہرمزیؒ (۳۶۰ھ) چوتھی صدی کے بزرگ ہیں تو حافظؒ کی اس عبارت کا کیا مطلب ہے؟

## حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے متعلق ملا علی قاریؒ کی تشریح

**پہلا مطلب:....** ملا علی قاریؒ نے شرح نخبہ میں حافظؒ کی عبارت کی توضیح اس طرح فرمائی کہ ''مِنْ أَوَّلِ'' میں ''مِنْ'' ''تبعیضیہ ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ابو محمد رامہرمزی اوائل مصنفین میں سے ہیں، نہ کہ اول مصنف ہیں۔ گویا ایک جماعت نے اس زمانے میں تصانیف کیں، لیکن کوئی کسی پر سبقت نہ کر سکا۔ (شرح شرح النخبۃ لملا علی قاری، ص: ۱۳۷، ط: قدیمی) ملا علی قاریؒ کی توضیح سے بھی قرونِ اولیٰ کی تصانیف پر کوئی روشنی نہیں پڑتی، بلکہ یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسی چوتھی صدی ہجری میں بہت سے لوگوں نے تصانیف کیں جن میں سے ایک رامہرمزیؒ بھی تھے۔

**دوسرا مطلب:....** حافظؒ کے کلام کا ایک دوسرا مطلب ہے جسے اختیار کرنے کے بعد تمام اقوال میں تطبیق ہو جاتی ہے کہ اول تصانیف سے مراد اشہر تصانیف ہیں کہ جن مصنفین کی کتابوں کے اسماء گرامی حافظؒ نے ''شرح النخبۃ'' میں ذکر کیے ہیں، وہ کتابیں مقبول بین الناس ہوئیں اور مشہور ہوئیں، لہٰذا علومِ حدیث میں شہرت پانے کے اعتبار سے یہ اول تصانیف ہوئیں۔

**تیسرا اور لطیف مطلب:....** حافظؒ کی اس عبارت کا ایک لطیف مطلب جسے دکتور محمود الطحان نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے، وہ یہ کہ علومِ حدیث میں تصانیف کا آغاز تو قرونِ اولیٰ میں ہو چکا تھا، لیکن ہر فن دوسرے فن میں منضم تھا اور ممتاز نہ تھا، اصطلاحات مستقل نہ تھیں، چوتھی صدی ہجری میں اس پر ترتیب سے کتابیں لکھی گئیں اور ہر فن کو دوسرے سے ممتاز کیا گیا، گویا اس کی چوتھی صدی ہجری میں ہوئی۔ (تیسیر مصطلح الحدیث، مقدمۃ العلمیۃ، ص: ۱۰، ط: مکتبۃ البشریٰ)

## خلاصۂ کلام

ساری تحریر کا لبِ لباب اور ثمرہ یہ ہے کہ علومِ حدیث میں تصانیف کا آغاز تو قرونِ اولیٰ میں علی ابن المدینیؒ کے ہاتھوں شروع ہوا اور چوتھی صدی ہجری میں اس کی ہوئی اور کتابیں لکھی گئیں جو اطرافِ عالم میں مشہور ہوئیں۔